OPEN ACCESS
Al-Nasr
ISSN (Online): 2958-9398
ISSN (Print): 2959-1015
https://alnasrjournal.com

شادی بیاہ کی رسوم ورواج: معاصر فتاویٰ کی روشنی میں ایک تحقیقی جائزہ

Wedding Customs and Traditions in Islamic Perspective: A Critical Analysis in the Light of Contemporary Fatwas

Muhammad Babar Sultan
Senior Teacher, Federal Government Educational Institutions Cantts and Garrisons Lahore Cantt
Email: *bs0879854@gmail.com*

Abstract

This study examines the major customs and practices associated with Muslim marriages in Pakistani society in the light of contemporary Islamic fatwas, particularly those issued by **Dawat-e-Islami** and **Darul Uloom Deoband**. It discusses practices such as dowry, *niwta*, mehndi-related customs, music, fireworks, mixed gatherings, and different rituals connected with *rukhsati*. The study shows that Islam does not reject every social custom simply because it is not directly mentioned in religious texts. A custom may remain permissible as long as it does not involve a clear violation of Shariah. However, when a practice includes extravagance, waste of wealth, unlawful entertainment, inappropriate interaction between non-mahram men and women, financial pressure, or social compulsion, it becomes objectionable. The selected fatwas generally agree on the need to keep marriage simple and free from prohibited practices, although they differ in their rulings on some individual customs. The study concludes that reform in Muslim wedding culture should focus on

CC BY

distinguishing harmless cultural practices from those that create religious, financial, and social difficulties.

Keywords: Marriage Customs, Contemporary Fatwas, Islamic Law, Dowry, Nikah, Dawat-e-Islami, Darul Uloom Deoband

تمہید

یہ تحقیقی مقالہ پاکستان کے مسلم معاشرے میں رائج شادی بیاہ کی رسومات کا جائزہ لیتا ہے اور ان کی شرعی حیثیت کو معاصر دینی اداروں کے فتاویٰ کی روشنی میں واضح کرتا ہے۔ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سی رسومات اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں، جن میں اسراف، جہیز، بے پردگی اور غیر شرعی تفریحات, نیوتا، مہندی، موسیقی وغیرہ شامل ہیں۔ اسلام میں نکاح کو عبادت کا درجہ حاصل ہے. نکاح نہ صرف ایک قانونی معاہدہ ہے بلکہ ایک اخلاقی ذمہ داری بھی ہے جس کے ذریعے معاشرے میں پاکیزگی اور استحکام پیدا ہوتا ہے۔ نکاح کو ایک روحانی بندھن قرار دیتے ہیں جو محبت، ذمہ داری اور تقویٰ پر مبنی ہونا چاہیے. نبی کریم ﷺ کی تعلیمات میں نکاح کو آسان بنانے پر زور دیا گیا ہے. یہ تعلیم ہمیں اس بات کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ نکاح میں غیر ضروری رسومات اور اخراجات سے بچنا چاہیے۔ اس مقالہ میں خاص طور دعوت اسلامی اور دالالعلوم دیوبند کے فتاوی جات کی روشنی میں جایزہ لیا جائے گا. نکاح ایک مسنون عمل ہے اور شریعت نے نکاح کو سادہ اور آسان رکھا ہے، اس میں تکلفات،لوازمات،رسوم و رواج کو ناپسند قرار دیا ہے۔ ان سے نکاح کی سنت مشکل ہو جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ بہت سے خاندانوں میں شادیاں ان ہی رسومات کے پورا نہ کرسکنے کی وجہ سے تاخیر کا شکار ہو جاتی ہیں، نیز ان رسموں میں کس قدر مال خرچ کیا جاتا ہے جب کہ قرآنِ کریم میں اسراف و تبذیر کی صراحۃً ممانعت وارد ہے۔ اِسی بنا پر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا

"سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جس میں سب سے کم مشقت (کم خرچہ اور تکلف نہ) ہو"۔ (مشکاۃ شریف ۲/ ۲۶) جب شریعت کا حکم اسراف و تبذیر سے بچنے کا اور نکاح کو آسان بنانے کا ہے تو احکامِ شریعت کی دھجیاں اڑا کر ان سے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کی خوشی کیسے نصیب ہو سکتی ہے؟ شادی کے سلسلہ میں مروجہ عمومی رسومات ہندوانہ کلچر سے مسلمانوں میں پروان پائی ہیں، اور ہر مسلمان کو ان سے اجتناب کرنا لازم ہے۔ از روئے سنت شادی کے موقع پر صرف حسبِ استطاعت ولیمہ کی دعوت ہے۔ آپ کی مرضی کے خلاف گھر والے اس طرح کی رسومات کے مرتکب ہوئے ہیں اور آپ نے ان میں شرکت نہیں کی تو وہی گناہ گار ہوں گے۔

دعوت اسلامی فتوی نمبر 1

دلہن دروازے میں کھڑی ہو کے ہاتھ میں مکئی کے دانے لیتی ہے اور دروازے سے نکلتے نکلتے دانے تین بار پیچھے پھینکتی ہے اور اس کے سر پر قرآن بھی رکھا جاتا ہے۔ ایسا کرنا کیسا ہے؟

جواب

رسم ورواج خواہ شادی بیاہ کے ہوں یا بچے کی پیدائش کے موقع پر ہوں یا کسی دیگر موقع سے متعلقہ ہوں، بہر حال رسم ورواج کے متعلق اصول یہ ہے کہ وہ رسم ورواج جو شریعت کے مخالف ہوں، وہ شرعاً جائز نہیں، ان کی پیروی حرام ہے، لہذا ان سے بچنا لازم ہے۔ اور وہ رسم ورواج کہ جو شرعاً ناجائز و حرام نہ ہوں تو وہ شرعاً جائز و مباح ہیں۔ اُن رسم ورواج کی پیروی کرنا بھی اگرچہ لازم نہیں لیکن اگر کوئی پیروی کرلے تو شرعاً حرج بھی نہیں۔ اب سوال میں مذکور دو رسموں کے حوالے سے حکم بیان کیا جارہا ہے۔

(1) رخصتی کے وقت دلہن کا مکئی یا چاول کے دانے پھینکنا: اس رسم میں دلہن رخصتی کے وقت مکئی یا چاول اٹھاتی اور پیچھے کی جانب پھینکتے ہوئے آگے چلتی ہے۔ یوں یہ دانے زمین پر گرتے، پاؤں میں آتے، روندے جاتے اور آخر کار ضائع ہو جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس میں رزق کی بے حرمتی اور بلاوجہ شرعی مال کو ضائع کرنا بھی ہے جو کہ ناجائز و گناہ ہے، لہذا شرعی اعتبار سے یہ ایک فضول اور ناجائز رسم ہے، اس سے بچنا لازم و ضروری ہے۔

(2) قرآن کے سائے میں دلہن کی رخصتی: رخصت کرتے وقت دلہن کے سر پر قرآن پاک رکھنا شرعاً جائز ہے، بلکہ اس سے مقصد برکت حاصل کرنا ہوتا ہے تو اس نیت سے یہ باعث ثواب بھی ہوگا۔ البتہ یہ خیال رکھا جائے کہ گانے باجے، آتش بازی اور دیگر خلاف شرع کام کرنا اولاً تو ویسے ہی جائز نہیں چاہے قرآن پاک ساتھ ہو یا نہ ہو، مگر قرآن پاک کی موجودگی میں اس کی عظمت واہمیت کے پیش نظر خاص طور پر گناہوں بھرے کاموں سے بچنا ضروری ہے۔ دوسرا یہ عمل برکت کے بھی خلاف ہے کہ ایک طرف قرآن مجید سے برکت لینے کا ارادہ ہے اور دوسری طرف اسی قرآن کے احکام کی خلاف ورزی بھی ساتھ ساتھ ہو رہی ہے تو برکت کیسے حاصل ہوگی؟۔ مزید یہ احتیاط بھی ضروری ہے کہ اگر قرآنِ پاک جُزدان میں نہ ہو تو اُسے باوضو شخص ہی پکڑے، کیونکہ بغیر وضو قرآنِ مجید کو چھونا جائز نہیں۔ ہاں جُزدان یا باکس وغیرہ میں ہو تو بے وضو شخص بھی پکڑ سکتا ہے۔ رسم ورواج کہ جو خلاف شرع نہ ہوں اس پر عمل کرنے میں شرعاً حرج نہیں، چنانچہ حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء علوم الدین میں فرماتے ہیں.

و لكل قوم رسم ولا بد من مخالقة الناس بأخلاقهم كما ورد في الخبر لا سيما إذا كانت أخلاقاً فيها حسن العشرة والمجاملة وتطييب القلب بالمساعدة وقول القائل ان ذلك بدعة لم يكن في الصحابة فليس كل ما يحكم بإباحته منقولاً عن الصحابة رضي الله عنهم و إنما المحذور ارتكاب بدعة تراغم سنة مأثورة۔۔ و كذلك سائر أنواع المساعدات إذا قصد بها تطييب القلب واصطلح عليها جماعة فلا بأس بمساعدتهم عليها بل الأحسن المساعدة الا فيما ورد فيه نهى لا يقبل التأويل

ترجمہ: ہر قوم کی ایک رسم ہوتی ہے، لوگوں کے افعال کی موافقت لازمی ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا، خصوصاً جبکہ ایسے افعال ہوں کہ اس میں حسنِ معاشرت وحسن سلوک ہو اور ان کی موافقت میں دل کو خوش کرنا پایا جائے۔ اور کسی کا یہ کہنا کہ یہ بدعت ہے کہ صحابہ کرام میں ایسا عمل نہیں تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ بہت سارے ایسے مباح و جائز کام ہیں جو صحابہ سے منقول نہیں ہیں۔ ناجائز ایسی بدعت ہے جو سنت ماثورہ کے خلاف ہو۔۔۔ اسی طرح تمام افعال میں موافقت کرنے میں کوئی حرج

نہیں ہے بلکہ موافقت کرنا بہترین ہے، جو افعال لوگوں کی عادت میں شامل ہو چکے ہوں، جبکہ اس سے مقصود دل کو خوش کرنا ہو، سوائے ان افعال کے جن میں ایسی نہی وارد ہوئی ہو جس میں تاویل نہ ہو سکتی ہو۔[1]

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان رحمۃ اللہ علیہ فتاوی رضویہ میں ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: پھولوں کا سہرا جیسا سوال میں مذکور رسوم دنیویہ سے ایک رسم ہے جس کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت نہیں، نہ شرع میں اس کے کرنے کا حکم آیا ہے، تو مثل اور تمام عادات ورسوم مباحہ کے مباح رہے گا۔ شرع شریف کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس چیز کو خدا اور سول اچھا بتائیں وہ اچھی ہے اور جسے برا فرمائیں وہ بری ہے اور جس سے سکوت فرمائیں یعنی شرع سے نہ اس کی خوبی نکلے، نہ برائی وہ اباحت اصلیہ پر رہتی ہے کہ اس کے فعل وترک میں ثواب نہ عقاب، یہ قاعدہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے[2]۔

جائز رسموں اور کاموں میں کسی غیر شرعی کام کے ارتکاب کے بغیر لوگوں کی موافقت کر لینی چاہئے، جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان رحمۃ اللہ علیہ فتاوی رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں: ائمہ دین ارشاد فرماتے ہیں لوگوں میں جو امر رائج ہو جب تک اس سے صریح نہی ثابت نہ ہو ہر گز اس میں اختلاف نہ کیا جائے، بلکہ انھیں کی عادات واخلاق کے ساتھ ان سے برتاؤ چاہئے۔ شریعت مطہرہ سنی مسلمانوں میں میل پسند فرماتی ہے اور ان کو بھڑکانا، نفرت دلانا، اپنا مخالف بنانا، ناجائز رکھتی ہے۔ بے ضرورت تامہ لوگوں کی راہ سے الگ چلنا سخت احمق جاہل کا کام ہے[3]۔

مزید ایک مقام پر فرماتے ہیں: علمائے محققین مسلمان کا دل رکھنے کو رعایتِ آداب اور ترک مکروہات پر بھی مقدم جانتے اور ان کے رسوم وعادات میں مخالفت کو مکروہ وباعث شہرت مانتے ہیں، ولہذا تصریح فرماتے ہیں کہ جب تک کوئی نہی صریح، غیر قابلِ تاویل نہ آئی ہو، عادات اناس میں موافقت ہی کر کے ان کا دل خوش کیا چاہیے اگرچہ وہ فعل بدعت (قرآن وحدیث سے صراحتاً ثابت نہ) ہو[4]۔ اسراف سے بچنے کے بارے میں اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے.

وَ لَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ

ترجمہ کنز الایمان: اور بے جانہ خرچو بے شک بے جا خرچنے والے اسے پسند نہیں[5]۔ (پارہ 8، سورۃ الانعام: 141)

صحیح بخاری شریف کی حدیث پاک ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ سلم نے ارشاد فرمایا:

إن الله كره لكم ثلاثا: قيل و قال، وإضاعة المال و كثرة السؤال[6]

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تین کاموں کو ناپسند فرماتا ہے: فضول باتیں، مال ضائع کرنا اور سوالات کی کثرت۔

فتاوی رضویہ میں سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان علیہ رحمۃ الرحمن سے ایک شخص کے متعلق سوال ہوا کہ جس نے بکری کی کلیجی کو قبر میں دفن کر دیا، تو آپ علیہ الرحمۃ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: کلیجی دفن کرنا مال ضائع کرنا ہے اور اضاعتِ مال ناجائز ہے[7]۔ خیر وبرکت کی نیت سے قرآن پاک کے سائے میں دلہن کی رخصتی کرنا شرعاً جائز بلکہ باعث ثواب ہے، جیسا کہ خیر وبرکت سے نیت گھر میں قرآن پاک رکھنے پر امیدِ ثواب ہے، چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے

رجل أمسک المصحف في بيته، ولا يقرأ قالوا: إن نوى به الخير والبركة لا يأثم بل يرجى له الثواب، كذا في فتاوى قاضي خان

ترجمہ: کوئی شخص جو اپنے گھر میں قرآن پاک رکھے ہوئے ہو اور اسے پڑھتا نہ ہو، تو فقہائے کرام نے ارشاد فرمایا کہ اگر اس نے قرآن پاک رکھنے سے (گھر میں) خیر و برکت کا ارادہ کیا ہو تو وہ گناہگار نہیں ہو گا بلکہ اس کے لیے ثواب کی امید ہے۔ یونہی فتاوی قاضی خان میں ہے [8]۔

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتویٰ نمبر: FAM-988

تاریخ اجراء: 03 جمادی الاخری 1447ھ / 25 نومبر 2025ء [9]

دعوت اسلامی فتوی نمبر 2

شادی بیاہ کے موقع پر رشتہ دار یا جاننے والے اہل خانہ میں سے کسی کو کچھ رقم دیتے ہیں، جسے نیوتا / نیندرہ بھی کہا جاتا ہے اوراس رقم دینے کا ایک بڑا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جب دینے والے کے گھر میں کوئی خوشی شادی کا موقع ہو، تو انہیں اضافہ کے ساتھ یہ رقم واپس کی جائے۔ شرعی اعتبار سے نیوتا کی رقم کا لین دین جائز ہے یا نہیں؟ نیز اگر اضافہ کے ساتھ رقم واپس کی جائے، تو کہیں یہ سود کے زمرے میں تو نہیں چلی جائے گی؟

جواب

شادی بیاہ کے موقع پہ ملنے والا نیندرہ / نیوتا وصول کرنا شرعاً جائز ہے اور یہ سود کے زمرے میں نہیں جاتا۔ لیکن جہاں تک ممکن ہو سکے، نیوتا کی مروجہ رسم کو ختم کرنا چاہئے۔ مزید تفصیل اس کی یہ ہے کہ شادی بیاہ وغیرہ پہ جو رقم دی جاتی ہے، اس کی دو صورتیں ہیں: (1) جہاں برادری نظام ہوتا ہے، وہ اس رقم کو باقاعدہ لکھتے یا یاد رکھتے ہیں کہ کس نے کتنی دی۔ پھر جب دینے والے کے گھر کسی دعوت وغیرہ کا اہتمام ہوتا ہے، تو یہ اتنی ہی یا اس سے کچھ زیادہ رقم واپس کرتا ہے اور یہ بھی اس رقم حساب رکھتا ہے۔ (2) بعض جگہ برادری نظام نہیں ہوتا یا غیر برادری کے لوگ دوستی، عقیدت یا خیر خواہی کی نیت سے دیتے ہیں اور پھر واپس لینے کی طرف ان کی نظر نہیں ہوتی۔

دونوں صورتوں میں اس کا وصول کرنا شرعاً جائز ہے، البتہ پہلی صورت میں اس کا واپس کرنا ضروری ہو گا، کیونکہ جہاں برادری سسٹم میں اس کا حساب رکھا جاتا ہے، وہاں یہ رقم دوسرے شخص پر قرض ہوتی ہے، پھر جب وہ اس رقم کو واپس کرتا ہے، تو یا اتنی ہی لوٹاتا ہے یا پھر زیادہ رقم دیکر اس پر مزید قرض چڑھا دیتا ہے اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہتا ہے۔ چونکہ یہ رقم لینے والے پر قرض ہے، لہذا اس کی ادائیگی ضروری ہو گی، لیکن اس پر ثواب نہیں ملتا اور نہ ہی اس میں برکت ہوتی ہے۔ اور جہاں برادری سسٹم نہیں یا غیر برادری کے لوگ دوستی یا عقیدت میں دیتے ہیں، وہاں یہ رقم بطورِ ہبہ و تحفہ ہوتی ہے، لہذا اِس صورت میں اُس رقم کا واپس کرنا ضروری نہیں اور نہ ہی دینے والا اس رقم کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

بہر صورت یہ سود کے زمرے میں نہیں جاتا، کیونکہ دوسری صورت میں تو سود نہ ہونا ظاہر ہے، کہ وہ رقم دینے والوں کی طرف سے ہبہ و تحفہ ہوتی ہے، تو اس رقم کا لینا دینا نہ صرف جائز، بلکہ اچھی نیت سے دینے پر ثواب کے حقدار بھی ہوں گے اور صورتِ اول یعنی بصورتِ قرض بھی اس پر سود کی تعریف صادق نہیں آتی، کیونکہ سود عاقدین میں سے کسی ایک کے لئے عقدِ معاوضہ

میں ثابت ہونے والی اُس مشروط زیادتی کو کہتے ہیں، جو عوض سے خالی ہو، جبکہ نیوتے میں دی جانے والی اضافی رقم عوض سے خالی نہیں ہوتی، وہ اس طرح کہ مثلاً اگر کوئی شخص دوسرے کو 1000 روپے دے کر آیا تھا اور وہ اِسے 1500 دیتا ہے، تو دینے والا ان میں سے 1000 روپے کے ذریعے سابقہ قرض سے سبکدوش ہو جاتا ہے، جبکہ بقیہ 500 اس کی طرف سے پہلے شخص پر بطورِ قرض ہو جاتے ہیں اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہتا ہے۔

نوٹ: مذکورہ تفصیل سے واضح ہو گیا کہ نیندرہ / نیوتا وصول کرنا شرعاً جائز ہے، لیکن جہاں تک ممکن ہو سکے، اس رسم کو ختم کرنا چاہئے کہ یہ رسم معاشرتی نظام میں مختلف فسادات کا سبب بنتی ہے، تو اگر کسی کو شادی بیاہ یا کسی بھی موقع پہ رقم وغیرہ دینی ہو، تو خالصتاً رضائے الٰہی عزوجل پانے کے لئے دی جائے تاکہ اس پر ثواب بھی ملے اور برکت بھی حاصل ہو اور جو یہ چاہتا ہو کہ میں اس قرض سے بچ جاؤں، اسے چاہئے کہ ابتدا میں ہی لوگوں سے کہہ دے کہ میں قرض لینا نہیں چاہتا، اگر مجھ سے ممکن ہوا، تو میں بھی دینے والے کی تقریب میں کچھ خرچ کر دوں گا۔ اس طرح جو رقم ملے گی، وہ قرض نہیں، بلکہ تحفہ ہو گی اور بعد میں واپس نہ بھی کی، تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہو گا۔

اللہ عزوجل قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے۔

﴿وَ مَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَاۡ فِیْۤ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ﴾[10]

ترجمہ کنزالایمان: اور تم جو چیز زیادہ لینے کو دو کہ دینے والے کے مال بڑھیں، تو وہ اللہ کے یہاں نہ بڑھے گی۔ (پارہ 21، سورۃ الروم، آیت 39)

اس آیت کریمہ کے تحت تفسیر خزائن العرفان میں ہے: لوگوں کا دستور تھا کہ وہ دوست احباب اور آشناؤں (جاننے والوں) کو یا اور کسی شخص کو اس نیت سے ہدیہ دیتے تھے کہ وہ انہیں اس سے زیادہ دے گا، یہ جائز تو ہے، لیکن اس پر ثواب نہ ملے گا اور اس میں برکت نہ ہو گی کیونکہ یہ عمل خالصاًللہ تعالیٰ نہیں ہوا[11]۔

خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

و في الفتاوى الخيرية سئل فيما يرسله الشخص الى غيره في الاعراس و نحوها، هل يكون حكمه حكم القرض، فيلزمه الوفاء به ام لا؟ اجاب: ان كان العرف بانهم يدفعونه على وجه البدل، يلزم الوفاء به مثليا فبمثله و ان قيميا فبقيمته و ان كان العرف خلاف ذلك بان كانوا يدفعونه على وجه الهبة و لا ينظرون في ذلك الى اعطاء البدل، فحكمه حكم الهبة في سائر احكامه، فلا رجوع فيه بعد الهلاك او الاستهلاك و الاصل فيه: ان المعروف عرفاً كالمشروط شرطاً ، قلت: و العرف في بلادنا مشترك نعم في بعض القرى يعدونه قرضاً حتى انهم في كل وليمة يحضرون الخطيب يكتب لهم ما يهدى، فاذا جعل المهدي وليمة يراجع المهدى الدفتر، فيهدي الاول الى الثاني مثل ما اهدى اليه[12]

ترجمہ: فتاویٰ خیریہ میں سوال ہوا کہ ایک شخص شادیوں وغیرہ میں دوسرے کی طرف جو چیزیں بھیجتا ہے، کیا ان کا حکم قرض کی طرح ہے کہ اسے ادا کرنا لازم ہو یا نہیں؟ مصنف نے جواب دیا کہ اگر عرف یہ ہو کہ لوگ بدل کے طور پر دیتے ہیں، تو ادائیگی لازم ہے، دی جانے والی چیز اگر مثلی ہے، تو اس کی مثل لوٹائے اور قیمی ہو، تو قیمت واپس کرے اور اگر عرف اس کے خلاف ہو

اور دینے والے یہ چیزیں بطورِ ہبہ دیتے ہوں اور اس کے بدلے ملنے والی چیز کی طرف ان کی نظر نہ ہوتی ہو، تو یہ تمام احکام میں ہبہ کی طرح ہے، لہٰذا اس چیز کے ہلاک ہو جانے یا ہلاک کر دینے کے بعد رجوع نہیں ہو سکتا اور اس معاملے میں اصل یہ ہے کہ جو معہود ہوتا ہے وہ مشروط کی طرح ہی ہوتا ہے، (علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: یہ عرف ہمارے شہروں میں مشترک ہے یعنی کہیں کچھ اور کہیں کچھ، بعض علاقوں میں اسے قرض شمار کرتے ہیں، حتی کہ وہ ہر دعوت میں ایک لکھنے والا بلاتے ہیں، جو ملنے والی چیزوں کو لکھتا ہے اور جب دینے والا کوئی دعوت کرتا ہے، تو وہ لکھے ہوئے کی طرف رجوع کرتا ہے اور اسی کی مثل چیز دیتا ہے، جو اُس نے اِسے دی تھی۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں: نیوتا وصول کرنا شرعا جائز ہے اور دینا ضروری ہے کہ وہ قرض ہے[13]۔ ایک اور مقام پہ فرماتے ہیں: اب جو نیوتا جاتا ہے وہ قرض ہے، اس کا ادا کرنا لازم ہے، اگر رہ گیا تو مطالبہ رہے گا اور بے اس کے معاف کئے معاف نہ ہو گا، والمسئلۃ فی الفتاوی الخیریۃ۔ چارہ کار یہ ہے کہ لانے والوں سے پہلے صاف کہہ دے کہ جو صاحب بطورِ امداد عنایت فرمائیں مضائقہ نہیں، مجھ سے ممکن ہوا تو اُن کی تقریب میں امداد کروں گا، لیکن میں قرض لینا نہیں چاہتا، اس کے بعد جو شخص دے گا وہ اس کے ذمہ قرض نہ ہو گا ہدیہ ہے، جس کا بدلہ ہو گیا فبہا، نہ ہوا تو مطالبہ نہیں[14]۔

بہار شریعت میں ہے: شادی وغیرہ تمام تقریبات میں طرح طرح کی چیزیں بھیجی جاتی ہیں، اس کے متعلق ہندوستان میں مختلف قسم کی رسمیں ہیں، ہر شہر میں ہر قوم میں جدا جدا رسوم ہیں، ان کے متعلق ہدیہ اور ہبہ کا حکم ہے یا قرض کا۔ عموماً رواج سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ دینے والے یہ چیزیں بطور قرض دیتے ہیں، اِسی وجہ سے شادیوں میں اور ہر تقریب میں جب روپے دیے جاتے ہیں، تو ہر ایک شخص کا نام اور رقم تحریر کر لیتے ہیں، جب اُس دینے والے کے یہاں تقریب ہوتی ہے تو یہ شخص جس کے یہاں دیا جا چکا ہے، فہرست نکالتا ہے اور اُتنے روپے ضرور دیتا ہے جو اُس نے دیے تھے اور اس کے خلاف کرنے میں سخت بدنامی ہوتی ہے اور موقع پا کر کہتے بھی ہیں کہ نیوتے کا روپیہ نہیں دیا، اگر یہ قرض نہ سمجھتے ہوتے تو ایسا عرف نہ ہوتا جو عموماً ہندوستان میں ہے[15]۔

سود کی تعریف ہدایہ شریف میں کچھ یوں ہے:

الربا ھو الفضل المستحق لاحد العاقدین فی المعاوضۃ الخالی عن عوض شرط فیہ[16]

یعنی سود عاقدین میں سے کسی ایک کے لیے عقد معاوضہ میں ثابت ہونے والی اس مشروط زیادتی کو کہتے ہیں جو عوض سے خالی ہو۔

ابو تراب محمد علی عطاری

مصدق: مفتی محمد قاسم عطاری

فتویٰ نمبر Pin-7583 :

تاریخ اجراء: 27 مجیب شوال المکرم 1446ھ / 26 اپریل 2025[17]

دعوت اسلامی فتوی نمبر 3

زید نے ساؤنڈ سسٹم کی دکان بنائی ہے اور خود ساؤنڈ آپریٹنگ بھی کرلیتا ہے، وہ صرف دینی محافل میں اپنا ساؤنڈ سسٹم لیکر جاتا ہے، ابھی شادیوں کا سیزن چل رہا ہے تو لوگ اس کے پاس آتے ہیں کہ ہمیں شادی پر مہندی کی رات میوزک چلانے کے لئے اپنا ساؤنڈ سسٹم کرایہ پر دیں اور ساؤنڈ آپریٹنگ کرنے کے لئے خود بھی ساتھ آئیں تاکہ آپ کے ساؤنڈ سسٹم کا کسی قسم کا کوئی نقصان نہ ہو، ہم آپ کو ایک رات کی اُجرت دینگے، اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا زید شادی بیاہ پر میوزک چلانے کے لئے خود اجیر بن سکتا ہے؟ اور اس کام کے لئے اپنا ساؤنڈ سسٹم کرایہ پر دے سکتا ہے؟

جواب

شادی بیاہ یا اس کے علاوہ کسی بھی موقع پر میوزک چلانا اور سننا شرعاً ناجائز و حرام اور گناہ کا کام ہے کہ مروجہ گانے مزامیر (آلاتِ موسیقی) پر مشتمل ہوتے ہیں، اور قرآن وحدیث میں مزامیر سے منع فرمایا گیا ہے، یہاں تک کہ حدیث پاک میں ہے کہ گانے سے دل میں نفاق پیدا ہوتا ہے، صورتِ مذکورہ میں چونکہ زید کا شادی بیاہ پر میوزک چلانے کے لئے بطور ساؤنڈ آپریٹر اجیر بننا معصیت پر اجارہ کرنے اور معصیت پر تعاون کرنے جیسے گناہوں پر مشتمل ہے، لہٰذا زید کا شادی بیاہ پر میوزک چلانے کے لئے اجیر بننا شرعاً ناجائز و حرام اور گناہ کا کام ہے، نیز اس کام سے حاصل ہونے والی کمائی بھی زید کے لئے حلال نہیں ہو گی کہ ناجائز کام سے ملنے والی اجرت حلال نہیں ہوتی۔

اور جہاں تک ساؤنڈ سسٹم کرایہ پر دینے کا تعلق ہے تو ساؤنڈ سسٹم معصیت (میوزک وغیرہ) وغیر معصیت (دینی محافل وغیرہ) دونوں طرح کے کاموں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور شرعی اُصول یہ ہے جب کوئی چیز معصیت وغیر معصیت دونوں کے لئے استعمال ہوتی ہو تو اس کو ایسے شخص کے ہاتھ بیچنا اور کرایہ پر دینا جائز نہیں ہوتا، جس کے متعلق معلوم ہو کہ وہ اس کو معصیت کے لئے ہی استعمال کرے گا، کیونکہ یہ معاصی پر اعانت کرنا ہو گا اور معاصی پر اعانت کرنا شرعاً ناجائز و گناہ ہے، لہٰذا صورتِ مذکورہ میں چونکہ زید کو معلوم ہے کہ شادی بیاہ پر ساؤنڈ سسٹم معصیت کے لئے ہی استعمال ہو گا، اس لئے زید کا شادی بیاہ پر میوزک چلانے کے لئے ساؤنڈ سسٹم کرایہ پر دینا شرعاً جائز نہیں۔

تنبیہ: نکاح نہ صرف سنت ہے، بلکہ انسان کے فطری تقاضوں کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ بہت بڑی نعمت بھی ہے، اس نعمت کی قدر کرتے ہوئے ہمیں چاہیے کہ نکاح اور شادی کے تمام تر معاملات کو اسلامی طریقہ کار کے مطابق سرانجام دیں اور ہر اس چیز سے بچیں، جس سے اسلام نے منع کیا ہے۔

میوزک اور مزامیر کی مذمت کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ[18]

ترجمہ کنزالعرفان: اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں تاکہ بغیر سمجھے اللہ کی راہ سے بہکا دیں اور انہیں ہنسی مذاق بنالیں، ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ کے تحت تفسیر ابنِ کثیر میں ہے:

قال ابن عباس و جابر و عكرمة و سعيد بن جبير و مجاهد و مكحول و عمرو بن شعيب و علي بن نديمة و قال الحسن البصري: نزلت هذه الآية (وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ) في الغناء والمزامير[19]

ترجمہ: حضرت ابن عباس، حضرت جابر، حضرت عکرمہ، حضرت سعید بن جبیر، حضرت مجاہد، حضرت مکحول، حضرت عمرو بن شعیب اور علی بن ندیمہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ آیت گانے اور مزامیر کے متعلق نازل ہوئی۔

مذکورہ بالا آیت مبارکہ کے تحت تفسیر صراط الجنان میں ہے: "اس آیت میں "لَهْوَ الْحَدِيْثِ" سے متعلق ممتاز مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد گانا بجانا ہے[20]۔" گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے، چنانچہ سنن ابی داؤد کی حدیثِ پاک میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان الغناء ينبت النفاق في القلب[21]

ترجمہ: گانا بجانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔

گناہ پر تعاون نہ کرنے کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ- وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ- اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ[22]

ترجمہ: اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ شدید عذاب دینے والا ہے۔ مذکورہ آیت مبارکہ کے تحت امام ابو بکر احمد بن علی جَصَّاص رازی حنفی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 370ھ / 980ء) لکھتے ہیں.

نهي عن معاونة غيرنا على معاصي الله تعالى[23]

ترجمہ: (اس آیتِ مبارکہ میں) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والے کاموں میں دوسرے کی مدد کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

محیط برہانی، بحر الرائق شرح کنز الدقائق، فتح القدیر اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

و النظم للاول: الاعانة على المعاصی و الفجور و الحث عليها من جملة الكبائر[24]

ترجمہ: گناہوں اور فسق و فجور کے کاموں پر مدد کرنا اور اس پر ابھارنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ معاصی پر اجارہ کے ناجائز ہونے کے متعلق شمس الآئمہ، امام سَرَخْسِی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 483ھ / 1090ء) لکھتے ہیں:

و لا تجوز الاجارة علیٰ شيئ من الغناء و النوح و المزامير و الطبل و شيئ من اللهو لانه معصية و الاستئجار على المعاصي باطل، فان بعقد الاجارة يستحق تسليم المعقود عليه شرعاً ولا يجوز ان يستحق على المرء فعل به يكون عاصياً شرعاً[25]

ترجمہ: اور گانے باجے، نوحہ، مزامیر، طبل بجانے اور کسی بھی لہو و لعب کے کام پر اجارہ جائز نہیں، کیونکہ یہ گناہ ہے اور گناہوں پر اجارہ کرنا باطل ہے، کیونکہ عقد اجارہ کے سبب معقود علیہ (جس چیز پر اجارہ کیا گیا ہے) کو سپرد کرنے کا شرعاً استحقاق ثابت ہو جاتا ہے اور یہ جائز نہیں کہ کسی شخص پر ایسے فعل کا استحقاق ثابت ہو جس سے وہ شرعاً گنہگار ہو جائے۔

ناجائز کام کرنے پر ملنے والی اجرت کے حرام ہونے کے متعلق علامہ شیخی زادہ رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1078ھ / 1667ء) لکھتے ہیں:

لایجوز اخذ الاجرة على المعاصی كالغناء والنوح والملاهی---وان اعطاه الاجر و قبضه لايحل له[26]

ترجمہ: گناہ کے کاموں پر اجرت لیناجائز نہیں، جیسے گانے باجے، نوحہ اور تمام لہو ولعب کے کام۔ اور اگر کسی نے اجرت دی اور اس نے قبضہ کر لیا تو وہ اجرت اس کے لیے حلال نہیں۔ امامِ اہلِ سُنَّت، امام اَحْمد رضا خان رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1340ھ / 1921ء) لکھتے ہیں: "حرام فعل کی اجرت میں جو کچھ لیا جائے، وہ بھی حرام کہ اجارہ نہ معاصی پر جائز ہے، نہ اطاعت پر۔[27]"

جس چیز سے گناہ کیا جا سکتا ہو، اسے ایسے شخص کو بیچنا کہ جس کے بارے میں معلوم ہو کہ یہ اس سے گناہ کرے گا، جائز نہیں، علامہ علاؤالدین حصکفی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات: 1088ھ / 1677ء) لکھتے ہیں:

ویکرہ تحریما بیع السلاح من أھل الفتنۃ إن علم لأنہ إعانۃ علی المعصیۃ[28]

ترجمہ: ایسوں کو اسلحہ بیچنا مکروہ تحریمی ہے، جن کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ اس سے فتنہ پھیلائیں گے، کیونکہ انہیں بیچنا، گناہ کے کام پر مدد کرنا ہے۔ جد الممتار علی ردالمحتار میں ہے:

ان الشئ اذا صلح فی حد ذاته لان یستعمل فی معصیة و فی غیرها و لم یتعین للمعصیة فلم یکن بیعه اعانة علیها لاحتِمال ان یستعمل فی غیر المعصیة و انما یتعین بقصد القاصدین و الشک لا یؤثر[29]

ترجمہ: بیشک جب کوئی چیز فی نفسہ معصیت اور غیر معصیت میں استعمال ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو اور گناہ کے لیے متعین نہ ہو تو اسے بیچنا معصیت پر مدد نہیں ہے، کیونکہ احتمال ہے کہ وہ غیر معصیت میں استعمال ہو، تعین تو ارادہ کرنے والوں کے ارادے سے ہوتا ہے اور شک کی کوئی تاثیر نہیں۔

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: OKR-0136

تاریخ اجراء: 13 جمادی الاولیٰ 1447ھ / 05 نومبر 2025ء[30]

دعوت اسلامی فتوی نمبر 4

شادی کے موقع پر دولہے کو بازو پر جو گانے باندھے جاتے ہیں، اس کا شرعی حکم کیا ہے، یہ گانے کچھ دھاگوں کے بنے ہوئے ہوتے ہیں، تو کچھ بازار سے خریدے جاتے ہیں۔؟

جواب

عند الشرع دولہے کے بازو پر گانہ باندھنا جائز ہے، جبکہ اس کی وجہ سے کسی حرام و گناہ کا ارتکاب لازم نہ آئے مثلاً گانہ باندھنے والی غیر محرمہ عورت نہ ہو، مرد کے لیے ممنوع دھاتوں پر مشتمل نہ ہو، کسی فاسد نظریے کی بنیاد پر نہ ہو، کیونکہ جن رسوم کے بارے شریعت میں ممانعت نہیں وہ ناجائز نہیں، کہ فقہ کا یہ قاعدہ ہے

الاصل فی الاشیاء الاباحة[31]

ترجمہ: چیزوں میں اصل یہ ہے کہ وہ مباح ہیں۔ صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "شادیوں میں طرح طرح کی رسمیں برتی جاتی ہیں، ہر ملک میں نئی رسوم ہر قوم و خاندان کے رواج اور طریقے جداگانہ جو رسمیں ہمارے ملک میں جاری ہیں ان میں بعض کا ذکر کیا جاتا ہے۔ رسوم کی بنا عرف پر ہے یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ شرعاً واجب یا سنت یا مستحب ہیں لہٰذا

جب تک کسی رسم کی ممانعت شریعت سے ثابت نہ ہو اُس وقت تک اُسے حرام وناجائز نہیں کہہ سکتے کھینچ تان کر ممنوع قرار دینا زیادتی ہے، مگر یہ ضرور ہے کہ رسوم کی پابندی اسی حد تک کر سکتا ہے کہ کسی فعل حرام میں مبتلا نہ ہو[32]۔"

مجیب: مولانا اعظم عطاری مدنی

فتویٰ نمبر: WAT-4492

تاریخ اجراء: 09 جمادی الاخریٰ 1447ھ / 01 دسمبر 2025ء[33]

دعوت اسلامی فتویٰ نمبر 5

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ (1) شادی بیاہ کے موقع پر ڈھول بجانا، گانے گانا، ڈیک پر میوزک چلانا، آتش بازی کرنا کیسا؟

(2) نیز شادی کی ایسی تقریب میں عزیز واَقارب ودوست اَحباب کا شرکت کرنا کیسا ہے؟

(1) شادی بیاہ یا اس کے علاوہ کسی بھی موقع پر لہو ولعب کے طور پر ڈھول بجانا، یونہی گانے گانا، ڈیک وغیرہ پر میوزک چلانا، آتش بازی کرنا اور اجنبی مَردوں عورتوں کا اختلاط سخت ناجائز وحرام اور اللہ عزوجل کی شدید نافرمانی والے کام ہیں۔ نکاح اور ولیمہ نہ صرف سنت ہے، بلکہ انسان کے فطری تقاضوں کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ بہت بڑی نعمت بھی ہے، اس نعمت کی قدر کرتے ہوئے ہمیں چاہئے کہ نکاح اور شادی کے تمام تر معاملات کو اسلامی طریقہ کار کے مطابق سرانجام دیں اور ہر اس چیز سے بچیں، جس سے اسلام نے منع کیا ہے۔

مگر آج کل نکاح اور شادی کے موقع پر غیر شرعی وغیر اخلاقی رسمیں اور پابندیاں دن بدن بڑھتی ہی چلی جارہی ہیں، گویا انہیں گناہ سمجھا ہی نہیں جاتا، حالانکہ یہ تمام کام سخت ناجائز وحرام ہیں اور یہ بات بھی یاد رہے کہ فی زمانہ گھریلو لڑائی جھگڑوں اور طلاق کی دن بدن بڑھتی ہوئی شرح کا ایک سبب ان گناہوں کی نحوست بھی ہے، لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ شادی کے موقع پر ہونے والی غیر شرعی وغیر اخلاقی رسموں اور پابندیوں کو ختم کریں اور علمائے کرام سے شرعی رہنمائی لے کر تقریب کے تمام تر معاملات سرانجام دیں، تاکہ نکاح جیسی عظیم سنت کی حقیقی برکتیں حاصل ہوسکیں۔

ذیل میں قرآنی آیات واحادیث اور اقوالِ علماء وفقہاء ملاحظہ کرنے سے بخوبی واضح ہوجائے گا کہ ان اُمور سے کس قدر سختی سے منع فرمایا گیا ہے.

ڈھول کی حرمت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ان اللہ حرم علیکم الخمر والمیسر والکوبۃ وقال کل مسکر حرام" ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوا اور کوبہ (ڈھول) حرام کیا اور فرمایا: ہر نشہ والی چیز حرام ہے[34]۔ امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اپنی تقریبوں میں ڈھول جس طرح فساق میں رائج ہے بجوانا، ناچ کرانا حرام ہے۔[35]"

ایک اور مقام پر فرمایا: "ڈھول بجانا حرام ہے[36]۔"

ناچ گانے کی حرمت

خوشی کے موقع پر باجے کی آواز کو دنیاو آخرت میں ملعون قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ مسند بزار میں ہے: "صوتان ملعونان في الدنیا والآخرۃ، مزمار عند نعمۃ، ورنۃ عند مصیبۃ[37]" ترجمہ: دو آوازیں دنیاو آخرت میں ملعون ہیں، نعمت کے وقت باجے کی آواز، اور مصیبت کے وقت رونے کی آواز۔ اور گانوں کے متعلق سنن ابی داؤد وشعب الایمان میں ہے: "الغناء ینبت النفاق فی القلب، کما ینبت الماء الزرع"[38] ترجمہ: گانادل میں اس طرح نفاق پیدا کرتا ہے، جیسے پانی کھیتی کو اُگاتا ہے۔

فتاوی امجدیہ میں ہے: " ڈھولک بجانا، ناجائز ہے، یونہی عورتوں کا اس طرح گانا کہ نامحرم کو آواز پہنچے اور وہ بھی تالیاں بجا کر، حرام ہے اور اس کا قصداً سننا بھی حرام ہے اور ایسی مجلس میں شرکت کا بھی یہی حکم ہے۔[39]"(فتاوی امجدیہ، حصہ 4، صفحہ 44، مکتبہ رضویہ، کراچی)

اجنبی مَردوں وعورتوں کے اختلاط کی حرمت

شریعت نے مَرد وعورت دونوں کو پردے کا تاکیدی حکم دیا، اور بے پردگی سے منع فرمایا، چنانچہ قرآن پاک میں ہے: ترجمہ کنز الایمان: "مسلمان مَردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے بہت ستھرا ہے، بیشک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے، اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤنہ دکھائیں، مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے[40]۔ "(پارہ18، سورۃ النور، آیت 31،30)

فتاوی رضویہ میں ہے: "(لڑکیوں کا) اجنبی نوجوان لڑکوں کے سامنے بے پردہ رہنا بھی حرام،۔۔۔اور جو اپنی لڑکیوں کو ایسی جگہ بھیجتے ہیں، بے حیابے غیرت ہیں، ان پر اطلاقِ دیوث ہو سکتا ہے[41]۔"

ایک اور مقام پر فرمایا: "بے پردہ بایں معنی کہ جن اعضاء کا چھپانا فرض ہے، ان میں سے کچھ کھلا ہو، جیسے سر کے بالوں کا کچھ حصہ یا گلے یا کلائی یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی جز، تو اس طور پر تو عورت کو غیر مَحْرَم کے سامنے جانا مطلقاحرام ہے[42]۔"

آتش بازی کے متعلق جزئیات

مروجہ آتش بازی جو شادی بیاہ، شب برات وغیرہ مواقع پر کی جاتی ہے، حرام اور مال کا ضیاع ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ مال ضائع کرنے سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔ترجمہ: کسی طرح بے جاخرچ نہ کرو، کیونکہ بے جاخرچ کرنے والے شیاطین کے بھائی ہوتے ہیں، اور شیطان اپنے پروردگار کا بہت بڑاناشکرا ہے[43]۔ "(پارہ15، سورہ بنی اسرائیل، آیت26، 27)

فتاوی رضویہ میں ہے: "آتش بازی جس طرح شادیوں اور شب برات میں رائج ہے، بیشک حرام اور پوراجرم ہے کہ اس میں تضییع مال ہے، قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو شیطان کا بھائی فرمایا۔ (پھر مذکورہ آیت پاک ذکر کرنے کے بعد فرمایا:) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: " ان اللہ تعالی کرہ لکم ثلثاً قیل و قال و اضاعۃ المال و کثرۃ السوال[44]"ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تین کاموں کو ناپسند فرمایا: (1) فضول باتیں کرنا(2) مال کو ضائع کرنا(3) بہت زیادہ سوال کرنا اور مانگنا۔

شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی " ماثبت بالسنۃ" میں فرماتے ہیں: " من البدع الشنیعۃ ما تعارف الناس فی اکثر بلاد الھند من اجتماعھم للھو واللعب بالنار، واحراق الکبریت، مختصرا[45]" ترجمہ: بُری بدعات میں سے یہ اعمال ہیں جو ہندوستان کے زیادہ ترشہروں میں متعارف اور رائج ہیں، جیسے آگ کے ساتھ کھیلنا اور تماشہ کرنے کے لیے جمع ہونا، گندھک جلاناوغیرہ۔"

پھر ایسے مواقع پر لوگوں کی ایک تعداد جمع ہوتی ہے اور اس وقت آتش بازی بسا اوقات جانی ومالی نقصان کا باعث بھی بنتی ہے اور یہ اپنے آپ کو ہلاکت والے کاموں میں ڈالنا ہے، جس کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے ترجمہ: اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو[46]۔ (پارہ 2، سورۃ البقرہ، آیت 195)

اس آیت کریمہ کے تحت نور العرفان میں ہے: "معلوم ہوا کہ ہلاکت کے اسباب سے بھی بچنا فرض ہے۔" (نور العرفان، صفحہ 37، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

اسی کے ساتھ آتش بازی قانونی طور پر بھی جرم ہے اور قانونی جرم کا اِرتکاب شرعاً بھی درست نہیں۔ فتاوی رضویہ میں ہی ہے: "کسی ایسے امر کا ارتکاب جو قانوناً ناجائز ہو، اور جرم کی حد تک پہنچے، شرعاً بھی ناجائز ہو گا، کہ ایسی بات کے لئے جرم قانونی کا مرتکب ہو کر اپنے آپ کو سزا اور ذلت کے لئے پیش کرنا شرعاً بھی روا نہیں،[47]۔"

(2) ایسی شادی جس میں ناجائز اُمور کا اِرتکاب ہو، اس میں شرکت کرنے کے متعلق مختلف صورتیں بنتی ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱ (ایسی دعوت پہ جانے والا شخص اگر جانتا ہے کہ وہاں نہ جانے سے ان لوگوں کو نصیحت ہو گی اور میری خاطر وہ حرام کام ترک کر دیں گے، تو اس پر لازم ہے کہ وہ جانے سے انکار کرے، تاکہ لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور ایسی حرکتوں سے باز آئیں۔

۲ (اگر معلوم ہو کہ میرے شرکت کرنے کی وجہ سے وہ حرام کام نہیں کر سکیں گے، تو جانے میں کوئی بڑا حرج نہ ہو، تو اس پر لازم ہے کہ وہ دعوت میں شرکت کرے، تاکہ لوگ اس سے رُکے رہیں اور یہ شرکت اس کے لیے عظیم ثواب کا باعث ہے۔

۳ (اگر جانے والے کو علم ہے کہ خاص دعوت والی جگہ ناجائز کام ہوں گے اور اس کے جانے نہ جانے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا اور منع کرنا کارآمد ثابت نہ ہو، تو ایسی صورت میں وہاں جانا ہی جائز نہیں۔

۴ (جس جگہ دعوت پر بلایا گیا ہے، حرام کام اس کے علاوہ دوسرے مقام پر ہو رہے ہوں، تو پھر دعوت والی جگہ پر جا سکتے ہیں اور بیٹھ سکتے ہیں، لیکن اگر بندے کی شخصیت ایسی ہو کہ وہاں جانے پر بھی لوگوں کی طرف سے متہم ہونے کا اندیشہ ہو، مثلاً شرکت کرنے والا عالم دین اور مقتدا و پیشوا ہے، شرعی رخصت پر عمل کے باوجود لوگ طعن و تشنیع کا نشانہ بنائیں گے، تو تہمت سے بچنے اور غیبت کا دروازہ بند کرنے کے لیے ایسے افراد کو شرکت سے بچنے کا حکم ہو گا۔

شرکت نہ کرنے سے گناہ رُک سکتے ہیں، تو شرکت نہ کرنا لازم ہے۔ چنانچہ فتاوی ہندیہ میں ہے: "رجل اتخذ ضیافۃ للقرابۃ أو ولیمۃ أو اتخذ مجلسا لأھل الفساد فدعا رجلا صالحا إلی الولیمۃ قالوا إن کان ھذا الرجل بحال لو امتنع عن الإجابۃ منعھم عن فسقھم لا تباح لہ الإجابۃ بل یجب علیہ أن لا یجیب لأنہ نھی عن المنکر[48]" ترجمہ: ایک شخص نے اپنے رشتہ داروں کے لیے عام دعوت طعام یا دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا اور ساتھ ہی فسادیوں کے لیے (کھیل تماشے لہو ولعب کی) مجلس بھی آراستہ کی اور ایک نیک شخص کو بھی دعوت نامہ بھیجا۔ ائمہ کرام فرماتے ہیں: اگر اس شخص کا مقام ان کے نزدیک اتنا ہو کہ اگر وہ دعوت قبول کرنے سے منع کر دے گا، تو وہ اپنے فسق بھرے کاموں سے باز آجائیں گے، تو اس کے لیے اس دعوت کو قبول کرنا مباح نہیں، بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ دعوت کو قبول نہ کرے، کیونکہ یہ گناہ سے روکنا ہے۔

شرکت کرنے سے گناہ رُک سکتے ہیں، تو شرکت کرنا لازم ہے۔ چنانچہ حاشیہ شلبی میں ہے: "اِن علم قبل الدخول اِن کان محترما یعلم اَنہ لو دخل علیھم یترکون ذلک احتراما لہ فعلیہ اَن یذھب لاَن فیہ ترک المعصیۃ والنھی عن المنکر[49]"یعنی اگر دعوت میں جانے سے پہلے معلوم ہو جائے کہ وہاں پر خلافِ شرع اُمور ہوں گے اور وہ محترم شخصیت ہے کہ اسے پتہ ہے اگر وہ ان کے پاس جائے گا، تو وہ لوگ اس کے احترام کی وجہ سے گناہ کے کاموں کو ترک کر دیں گے، تو اس پر لازم ہے کہ وہ جائے، کیونکہ یہ معصیت کا ترک اور نہی عن المنکر ہے۔

ایسی دعوتوں میں شرکت کے متعلق تفصیلی رہنمائی کرتے ہوئے امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (اوپر جزئیات میں بیان کردہ دو صورتوں کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا): "اور اگر یہ دونوں صورتیں نہیں، تو اگر جانتا ہے کہ جہاں کھانا کھلایا جائے گا، وہیں منکرات شرعیہ ہوں گے اور برات والے کا وعدہ محض حیلہ ہی حیلہ ہے، تو ہرگز نہ جائے۔۔۔ اور اگر واقعی ایسا ہی ہے کہ نفسِ دعوت منکرات سے خالی ہوگی، اگرچہ دوسرے مکان میں لوگ مشغول گناہ ہوں تو شرکت میں کوئی حرج نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ مگر عالم اگر جانے کہ میری اتنی شرکت پر بھی عوام مجھے متہم و مطعون کریں گے، تو نہ جائے کہ مواقع تہمت سے بچنا چاہیے اور مسلمانوں پر فتح باب غیبت ممنوع ہے[50]۔" فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 611،609، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

فتاوی جات دار العلوم دیو بند

فتوی نمبر 1

آج کل شادی کے معاملہ میں بہت ساری بے جا رسموں کو ادا کیا جاتا ہے جیسے لڑکی کے ہاتھ میں پیسے دینا، منگنی کرنا، عیدین کے موقع پر عیدی کی خاص تقریب کرنا، دولہا کو جو تالنگی کے نام پر رقم دینا، لڑکی کیلئے نکاح کا جوڑا دولہا کی طرف سے اور دولہا کا جوڑا دلہن کی طرف سے لانا، ان تمام رسومات کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ قرآن وحدیث اور صحابہ کرام کی زندگی سے نکاح کا خاص اور رسم وبدعات سے پاک طریقہ بھی درج فرمائیں۔

جواب

شادی سادی ہونی چاہئے مسجد میں نکاح ہو جائے اور لڑکا ایک دو آدمی کے ساتھ جا کر لڑکی کو رخصت کرا لائے شب عروسی کے بعد اگلے دن ولیمہ کر دیا جائے جو کہ سنت ہے جس میں لڑکے کے دوست احباب اور اعزا کو حسب حیثیت وگنجائش مدعو کر لیا جائے۔ باقی وہ بیجا قسم کی پابندیاں اور رسوم جو شادی سے آگے پیچھے لڑکے سے متعلق لڑکی سے متعلق کہیں بارات ومنگی سے جوڑ کر کہیں رخصتی چوتھی وغیرہ سے جوڑ کر شادی کا جز بنا دی گئی ہیں اس میں بہت ساری رسمیں تو ہندوؤں کے یہاں سے منتقل ہوئی ہیں جیسے سہرا مکنا، منڈھا، بارات وغیرہ اور بہت ساری رسموں میں منکرات اور گناہ کے کام پائے جاتے ہیں جیسے منہ دکھائی، جوتا چرائی وغیرہ کی رسمیں کہ نامحرم لڑکے لڑکیوں کا بالمشافہہ آمنے سامنے ہو کر ہنسی مذاق کرنا وغیرہ اور بہت سی رسمیں ریا نمود تفاخر پر مبنی ہوتی ہیں جو کہ ناجائز اور حرام ہیں اور ان کے علاوہ بیشمار رسمیں اسراف وفضول خرچی کو متضمن ہوتی ہیں یہ سب رسوم قبیحہ ہیں۔

پس شادیوں میں ایسی رسوم قبیحہ کو ترک کرنا چاہئے تفصیل ان رسوم اور ان کے حکم کی اصلاح الرسوم اور اسلامی شادی میں پڑھی جاسکتی ہے ہم نے اجمالاً کچھ حکم لکھ دیا۔ "اصلاح الرسوم" اور "اسلامی شادی" دونوں کتابیں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی تصنیفات وافادات ہیں اور بازار میں دستیاب ہیں[51]۔

فتویٰ نمبر 2

شادی کی رسموں کا حکم

حضرت، شادی میں جو رسومات کی جاتی ہیں جیسے (۱) مایو۔ (۲) منہدی لگانا۔ (۳) شادی والے دن ہار (پھوپھاہی پہنیں گے) اور پیسے دینے ہوتے ہیں۔ (۴) دودھ پلائی۔ (۵) کاجل لگائی (بھابھی ہی لگائیں گی) اور پیسے دینے ہوتے ہیں۔ (۶) گیٹ رکائی۔ (۷) جوتا چھپائی۔ (۸) ماکولات محفلیں (مخلوط اجتماع)۔ (۹) دولہا دلہن کے ساتھ بیٹھ سکتا ہے؟ شادی والے دن اِسٹیج پر۔ (۱۰) رخصتی کے وقت دلہن کے سر پر قرآن رکھتے ہیں، صحیح ہے؟

جواب

(۱تا۱۰) سبھی رسمیں خلاف شرع اور ناجائز ہیں، رسم اور اس کی پابندی کا گناہ ہونے کے ساتھ بعض رسموں میں مکروہات اور محرمات ایک یا کئی کئی جمع ہیں جس سے ان رسموں کی شناعت اور قباحت مزید بڑھ جائے گی ان سب کے رسوم قبیحہ ممنوعہ ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں اس لیے سب ہی واجب الترک ہیں۔ "اصلاح الرسوم" مؤلفہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ اور حضرت ہی کے مضامین کا مجموعہ "اسلامی شادی" کا مطالعہ کریں[52]۔

یوں تو انسانی زندگی کے تمام تر اہم شعبے بے بنیاد رسوم وروایات کے گہرے سایوں میں گرے پڑے ہیں، جن کے اپنے نقصانات ونتائج تو اپنی جگہ ہیں ہی؛ لیکن بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ انسانی زندگی مختلف مشکلات ومسائل کا شکار ہو جاتی ہے۔ ان میں سے ایک اہم ترین شعبہ "شادی بیاہ" ہے جو ہمیشہ سے رسوم وروایات کے نرغے میں رہتا ہے اور شادی سے متعلقہ رسوم میں سے ایک اہم رسم "جہیز" ہے۔ جہیز سے مراد وہ ساز وسامان ہے جو شادی بیاہ کے موقع پر لڑکی کے اہل خانہ کی طرف سے مہیا کیا جاتا ہے، چاہے وہ نقد، سونا وچاندی اور زیورات کی شکل میں ہو یا فرنیچر، برتن وغیرہ روزمرہ استعمال ہونے والی چیزوں کی صورت میں۔

شرعی اور فقہی حیثیت

"جہیز" کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ فقہی نقطۂ نظر سے اس کی حیثیت ہبہ اور عطیہ کی ہے جو والدین وغیرہ کی طرف سے لڑکی کو بلا عوض فراہم کی جاتی ہے؛ لہٰذا اس کے بذات خود جائز ہونے؛ بلکہ خلوص نیت سے ہو تو احسان اور کار خیر ہونے میں شبہ نہیں ہے، خصوصاً بیٹی یا بہن کو کچھ داد دہش دینا نیکی اور بھلائی کی بات ہے؛ لیکن دین اور علم دین سے تعلق رکھنے والے حضرات کے لیے یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کہ بہت سی چیزیں فی نفسہ جائز بلکہ مندوب ہونے کے باوجود بعض علت کی وجہ سے مذموم وممنوع بن جاتی ہیں۔ مروجہ رسم "جہیز" بھی بحالت موجودہ یہی صورت اختیار کر گیا ہے اور فی نفسہ مندوب ہونے کے باوجود اب اس کے ساتھ اس قدر مفاسد ومنکرات وابستہ ہو چکے ہیں کہ اس کی کھلی چھوٹ دینا کسی طرح قرینِ قیاس نہیں رہا۔ ذیل میں اس کے چند مفاسد لکھے جاتے ہیں۔

غیر معمولی حد تک پابندی

اس بات میں دو رائے نہیں ہے کہ جہیز شرعاً ایک غیر ضروری چیز ہے، شریعت نے کہیں اس کو لازم یا ضروری قرار نہیں دیا اوراگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ حضور نبی اکرم...نے اپنی پاکیزہ بیٹیوں کی رخصتی کے موقع پر جو کچھ دیا تھا،اس کی حیثیت جہیز کی تھی اوراس کو جہیز کے لیے بنیاد قرار دیا جائے تو بھی اس کی نوعیت زیادہ سے زیادہ ایک مندوب عمل کی ہو گی،اس کو فرض یا واجب تو کجا، سنتِ موٴکدہ قرار دینا بھی درست نہیں۔ اب ایسی غیر ضروری چیز کی پابندی کرنااور ہر حال میں اس کا انتظام واہتمام کرنا شرعاً کسی طرح پسندیدہ نہیں ہے؛ بلکہ اگر اس کو لازم قرار دیا جائے تو بدعت ہونے میں بھی کلام نہیں۔

غلط رسم کی بنیادہ ڈالنا یا تائید کرنا

اگر کوئی شخص اپنی ذات کی حد تک اس کو لازم نہ بھی سمجھے؛ لیکن اس کے باوجود اس کی پابندی کرتا ہے تو بھی اس سے اس رسم باطل کی تائید و تقویت ہوتی ہے۔

مزاجِ شریعت سے تصادم

نکاح سے متعلق شرعی تعلیمات پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ اس میں یسر وسہولت اور سادگی پسندیدہ ہے، اس موقع پر غیر ضروری مالی اخراجات یا عملی انتظامات شریعت کے مزاج ومذاق کے خلاف ہے؛ کیونکہ یہی سرگرمیاں رفتہ رفتہ نکاح کا حصہ بنتی جاتی ہیں اور اگر کہیں اس کے تکمیل کے اسباب وسائل میسر نہ ہوں تو اس کی وجہ سے نکاح بھی موٴخر یا معطل ہو جاتا ہے۔
ایک حدیث شریف میں ہے.

عن سعيد بن أبى ہلال: أن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم قال: تناكحوا، تكثروا، فإنى أباہى بكم الأمم يوم القيامة[53].

ترجمہ: "آپ... کاارشاد گرامی ہے: نکاح کر کے اولاد کی کثرت کرو؛ کیونکہ میں قیامت کے دن آپ کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا"۔

بے حیائی کا فروغ

عقل اور تجربہ، دونوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نکاح کو مشکل بنانے سے معاشرے میں بے حیائی کو فروغ ملتا ہے اور عفت وعصمت کی چادریں تار تار ہو جاتی ہیں؛ چنانچہ نفسانی خواہشات فطری طور پر عاقل بالغ آدمی کے اندر ودیعت رکھے گئے ہیں، اگر اس کے لیے کوئی جائز راستہ مہیا نہ ہو تو ناجائز پہلو کی طرف قدم اٹھیگا۔ اگر ان فطری خواہشات کی تسکین کا جائز راستہ موجود تو ہو؛ لیکن طرح طرح کے تکلّفات اور پابندیوں کو اس میں ٹھونس ٹھونس کر پیچیدہ تر بنا دیا جائے تو بھی عام متوسط افراد بروقت اپنی ضرورت کی تکمیل نہیں کر پائیں گے اوراس کا بھی نتیجہ وہی ظاہر ہو گا کہ ناجائز راستوں کی بادہ پیمائی شروع ہو جائیگی۔
انسانی تاریخ کا لمبا چوڑا تجربہ بہر حال اس بات کی تصدیق فراہم کرتا ہے؛ چنانچہ ماضی کی طرح اب بھی جن معاشروں میں جلدی اور سادگی کے ساتھ نکاح کرنے کا دستور ہے، وہاں فحاشی، بے حیائی اور بدکاری کے واقعات کم تر پیش آتے ہیں اور جہاں اس کے برعکس شادی بیاہ کا انتظام مشکل اور پیچیدہ ہوتا ہے وہاں ہر سو بے حیائی اور بے پردگی کے نمونے دیکھنے کو ملتے ہیں؛ اس لیے

شادی بیاہ کے معاملات میں غیر ضروری رسموں کو جگہ دینے کا نتیجہ یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی بدولت معاشرے میں بے حیائی اور بے پردگی کو فروغ ملتا ہے۔

لڑکے والوں کی جانب سے جہیز کا مطالبہ

ہمارے یہاں ایک لمبے عرصہ سے جہیز کے لین دین کا تعامل جاری ہے؛اس لیے اب وہ نکاح کا ایک ضروری حصہ بن چکا ہے، لڑکی والے بھی اس کا پورا انتظام کرتے ہیں اور لڑکے والوں کی طرف سے بھی اس کے باقاعدہ مطالبے ہوتے ہیں؛ بلکہ متعدد جگہوں پر تو اس رواج نے اس حد تک ترقی کی ہے کہ رشتہ کی بات طے کرتے وقت ہی ساتھ یہ بھی طے کیا جاتا ہے کہ جہیز میں کیا کیا ملے گا؟اس کا ایک نقصان تو یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ لڑکی کے اہلِ خانہ اکثر اوقات شرماشرمی میں اور دلی رضامندی کے بغیر ہی جہیز دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور دوسرا خراب نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ اس کے بدلے پھر لڑکے کے اہلِ خانہ سے بھی مختلف چیزوں کا مطالبہ شروع ہو جاتا ہے؛ حالانکہ یہ دونوں باتیں شرعاً ممنوع، گناہ اور اخلاقی ومعاشرتی لحاظ سے حد درجہ نامناسب ہیں۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس پر کسی مسلمان کو ملامت کرنا اور طعنے دینا جائز ہو سکے۔ حدیث شریف میں ہے۔

عن أبي حُرَّةَ الرَّقاشِيِّ، عن عَمِّه أن رسولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- قال: "لا يَحِلُّ مالُ امرءٍ مُسلِمٍ إلا بطيبِ نَفسٍ مِنه[54]".

ترجمہ: کسی مسلمان کا مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر لینا جائز نہیں۔

"بحر" میں ہے:

ولو أخذ أہل المرأة شيئا عند التسليم فللزوج أن يسترده؛ لأنه رشوة.[55]

ترجمہ: اگر سسرال والے رخصتی کے وقت کچھ لے لے تو شوہر واپسی کا مطالبہ کر سکتا ہے؛ کیونکہ شرعا یہ رشوت کے زمرہ میں آتا ہے۔

"فتاویٰ شامی" میں ہے:

(أخذ أہل المرأة شيئا عند التسليم فللزوج أن يسترده) لأنه رشوة.[56]

ترجمہ: اگر سسرال والے رخصتی کے وقت کچھ لے لے تو شوہر واپسی کا مطالبہ کر سکتا ہے؛ کیونکہ شرعاًیہ رشوت کے زمرہ میں آتا ہے۔

غریب والدین اور لڑکی کو طعنوں کا سامنا

عام رسم ورواج کے برخلاف اگر والدین کمزور اور کم حیثیت کے لوگ ہوں اور وہ جہیز کا انتظام کیے بغیر ہی اپنی لختِ جگر کو رخصت کر دیں تو خود والدین کو بھی مختلف قسم کے طعن وتشنیع اور ملامت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور لڑکی کی زندگی بھی اسی کی نذر ہو جاتی ہے؛ چنانچہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر اس کو یہ طعنے ملتے ہیں؛ حالانکہ جہیز بالکل نہ دینا یا کم دینا کوئی ایسا جرم نہیں ہے جس کی وجہ سے کسی مسلمان پر طعن وتشنیع کی اجازت دی جاسکے۔

ناجائز کمائی پر مجبور کرنا

بہت سی مرتبہ لڑکی کے اہلِ خانہ ناجائز کمائی پر مجبور ہو جاتے ہیں اور جہیز کا انتظام کرنا ان کے لیے متعدد منکرات کے ارتکاب کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اس کی صاف سیدھی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں پہلے سے "متوسط جہیز" میں بہت سی چیزیں داخل ہیں اور اس میں روز افزوں ترقی جاری ہے، نت نئی چیزیں اس فہرست میں جگہ پا رہی ہیں؛ جب کہ عام طور پر حلال کمائی سے اس کا انتظام کرنا مشکل ہو جاتا ہے تو چار و ناچار اس کے لیے حرام ذرائع کی طرف ہاتھ اٹھ جاتے ہیں؛ چنانچہ کہیں سودی قرض لیا جاتا ہے اور کبھی ناجائز کاروبار کی مختلف صورتیں اختیار کر لی جاتی ہیں۔

وقتی یا دائمی طور پر نکاح سے محروم

بہت سے غریب گھرانے ایسے ہیں جہاں کی لڑکیاں محض اس لیے نکاح سے محروم ہوتی ہیں کہ ان کے والدین اور بھائیوں کے پاس جہیز فراہم کرنے کی استطاعت نہیں ہے اور ایسا تو آئے دن دیکھنے میں آتا ہے کہ نکاح مکمل طور پر معطل تو نہیں ہوتا؛ لیکن اس میں خاصی تاخیر کی جاتی ہے اور بروقت شادی کرنا اسی فکرِ جہیز کی بدولت التوا کی نذر ہو جاتا ہے؛ حالانکہ عام حالات میں نکاح کرنا سنت موکدہ ہے اور اگر قوی خدشہ ہو کہ نکاح نہ کرنے یا ملتوی کرنے کی صورت میں بد نظری، بے حیائی یا بدکاری وغیرہ گناہوں میں مبتلا ہو جائے گا تو اس وقت نکاح کرنا واجب ہے۔ جو چیز مسنون عمل میں تاخیر یا تعطیل کا سبب بن جائے وہ یوں ہی کچھ زیادہ اچھی نہیں ہے اور اگر اس کی وجہ سے کسی گناہ کے ارتکاب کرنے کی بھی نوبت آئے تو مذموم و شنیع ہونے میں شبہ نہیں ہے۔

شاید کوئی خیر خواہ دوست اس کو فرضی کارستانیاں خیال فرمائیں یا پاگل کی بڑ تصور کریں؛ لیکن زمینی حقائق اور معاشرے کی عملی صورت حال سے ہر وقت اس کی تصدیق و تائید حاصل کر لی جا سکتی ہے۔

دل ہی نہ چاہے بہانے ہزار

جو لوگ جہیز کی اس رسم بد کی حمایت و تائید کرتے ہیں وہ عموماً یہ کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں برصغیر کے معاشرے میں چونکہ عموماً عورتوں کو اپنا مقررہ حصہ میراث نہیں دیا جاتا، اس لیے کیوں نہ اس موقع پر ان کے ساتھ خوب نیکی و احسان کا معاملہ کیا جائے؛ تاکہ ان کے حقوق کی کچھ تو تلافی ہو سکے!

لیکن یہ عذر کسی طرح لائق التفات نہیں ہے؛ کیونکہ وراثت میں جس طرح مردوں کا حصہ مقرر ہے اور ان کو اپنا حصہ دے دینا واجب ہے یوں ہی عورتوں کو بھی اپنا مقررہ شرعی حصہ سپرد کر دینا ضروری ہے اور اس پر قبضہ جمانا حرام و مذموم ہے۔ جہیز کو اس کا متبادل قرار دینا قطعاً درست نہیں ہے؛ بلکہ اگر کوئی اس جذبے سے دینا چاہے تو یہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ دینے میں خلوص نیت بھی کارفرما نہیں ہے۔

یہ اشکال نہ اٹھایا جائے کہ کچھ بھی نہ دینے سے کچھ کچھ دینا تو بہر حال بہتر ہے؛ کیونکہ پہلی صورت (یعنی بالکل کچھ حصہ نہ دینے) میں لوگ اپنے آپ کو کم از کم مجرم تو خیال کرتے ہیں اور اگر عملی طور پر وہ اس گناہ کے مرتکب بن جاتے ہیں کہ عورتوں کے حصے پر ناجائز قبضہ جماتے ہیں تو بھی کم از کم اس کو گناہ و جرم تو تصور کرتے ہیں؛ جب کہ جہیز کی
صورت میں تو یہ احساس بھی مردہ یا نیم مردہ ہو جاتا ہے اور لوگ اپنے تئیں اپنے آپ کو مجرم ہی خیال نہیں کرتے۔

خلاصۂ بحث

زیرِ نظر تحقیق میں پاکستانی مسلم معاشرے میں شادی بیاہ کے موقع پر رائج مختلف رسوم و رواج کا معاصر فتاویٰ، خصوصاً **دعوتِ اسلامی اور دارالعلوم دیوبند** کے فتاویٰ کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے۔ تحقیق سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اسلام نکاح کو سادہ، آسان اور باوقار طریقے سے انجام دینے کی تعلیم دیتا ہے اور ایسی رسموں کی حوصلہ شکنی کرتا ہے جو نکاح کو مشکل یا غیر ضروری طور پر مہنگا بنا دیں۔

بحث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ہر رسم کو محض رسم ہونے کی وجہ سے ناجائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اگر کوئی معاشرتی عمل شریعت کے کسی واضح حکم کے خلاف نہ ہو اور اس میں کوئی حرام پہلو شامل نہ ہو تو اس کی گنجائش موجود رہتی ہے۔ اسی اصول کے تحت بعض رسوم کو شرائط کے ساتھ جائز قرار دیا گیا ہے، جبکہ موسیقی، غیر شرعی اختلاط، بے پردگی، آتش بازی، اسراف اور مال کے ضیاع جیسی صورتوں کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

دعوتِ اسلامی کے بعض فتاویٰ میں رسوم کے مختلف پہلوؤں کو الگ الگ دیکھ کر حکم بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً بعض رسمیں اپنی اصل کے اعتبار سے جائز ہو سکتی ہیں، لیکن اگر ان میں کوئی خلافِ شرع عنصر شامل ہو جائے تو وہ ناجائز ہو جاتی ہیں۔ دوسری طرف دارالعلوم دیوبند کے مذکورہ فتاویٰ میں بہت سی مروجہ شادی رسوم کے بارے میں زیادہ احتیاطی موقف اختیار کیا گیا ہے اور شادی کو نکاح، رخصتی اور ولیمہ تک سادہ رکھنے پر زور دیا گیا ہے۔

جہیز کے بارے میں تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی طرف سے بیٹی کو خوش دلی سے کچھ دینا بذاتِ خود ممنوع نہیں، لیکن جب یہی عمل لازمی معاشرتی رسم، مطالبے یا مقابلے کی شکل اختیار کر لے تو یہ غریب خاندانوں پر مالی دباؤ، قرض، طعن و تشنیع اور شادی میں تاخیر جیسے مسائل پیدا کرتا ہے۔

مجموعی طور پر تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ شادی بیاہ کی اصلاح کا مقصد ہر ثقافتی رسم کو ختم کرنا نہیں، بلکہ ایسی رسوم کو شرعی اصولوں کے مطابق رکھنا ہے۔ جو رسم گناہ، اسراف، مالی دباؤ یا کسی واضح شرعی ممانعت کا سبب نہ ہو، اسے گنجائش دی جاسکتی ہے، لیکن جو رسم نکاح کو مشکل بنائے یا کسی ناجائز عمل کا ذریعہ بنے، اس سے اجتناب ضروری ہے۔ اس لیے شادیوں میں سادگی، اعتدال، باہمی رضامندی اور شرعی حدود کی پابندی کو بنیادی حیثیت دینی چاہیے۔

کتابیات

1 قرآن مجید

- القرآن، سورۃ الانعام 6:141۔
- القرآن، سورۃ الروم 30:39۔
- القرآن، سورۃ لقمان 31:6۔

- القرآن، سورۃ المائدۃ 5:2۔
- القرآن، سورۃ البقرہ، پارہ 2، آیت 195۔
- القرآن، سورۃ بنی اسرائیل، پارہ 15، آیات 26–27۔
- القرآن، سورۃ النور، پارہ 18، آیات 30–31۔

2 احادیث وکتب حدیث

- امام محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب کراھیۃ المسألۃ، حدیث نمبر 1477۔
- سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب فضل النکاح، حدیث: "تنا کحوا تکثروا فإني أباهي بكم الأمم يوم القيامة"۔
- امام احمد بن حنبل، مسند أحمد بن حنبل، حدیث: «لا یحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفس منہ»۔
- امام احمد بن حسین بیہقی، السنن الکبریٰ، کتاب الشہادات، جلد 10، صفحہ 360۔
- امام بزار، مسند البزار، جلد 14، صفحہ 62۔
- تفاسیر وعلوم القرآن
- امام ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، جلد 6، صفحہ 331۔
- مولانا نعیم الدین مراد آبادی، تفسیر خزائن العرفان، صفحہ 735۔
- مفتی محمد قاسم عطاری، صراط الجنان فی تفسیر القرآن، جلد 7، صفحہ 475۔
- امام ابو بکر الجصاص، أحکام القرآن، جلد 2، صفحہ 381۔
- **فقہ وفتاویٰ**
- امام احمد رضا خان بریلوی، فتاویٰ رضویہ، جلد 8، 20، 21، 22، 23، 24 (مختلف صفحات)، لاہور: رضا فاؤنڈیشن۔
- محمد امجد علی اعظمی، بہار شریعت، حصہ 14، جلد 2، حصہ 7، کراچی: مکتبۃ المدینہ۔
- فتاویٰ امجدیہ، حصہ 4، صفحہ 44، کراچی: مکتبہ رضویہ۔
- فتاویٰ ہندیہ، جلد 5، صفحہ 343، بیروت: دار الفکر۔
- امام ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار (فتاویٰ شامی)، جلد 8، بیروت: دار الکتب العلمیہ۔
- امام سرخسی، المبسوط، جلد 16، بیروت: دار المعرفہ۔
- شیخی زادہ، مجمع الأنهر في شرح ملتقی الأبحر، جلد 2، بیروت: دار إحياء التراث العربي۔
- امام مرغینانی، الہدایہ، جلد 3، لاہور: مکتبہ رحمانیہ۔
- علامہ حصکفی، الدر المختار مع رد المحتار، جلد 4، بیروت: دار الفکر۔
- امام غزالی، احیاء علوم الدین، جلد 2، بیروت: دار المعرفۃ۔
- ابن نجیم، الأشباہ والنظائر، بیروت: دار الکتب العلمیۃ۔
- البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب النکاح۔

- حاشیہ شلبی مع تبیین الحقائق، جلد6، صفحہ 13، قاہرہ۔
- **فتاویٰ و معاصر مصادر**
- دارالعلوم دیوبند، فتویٰ نمبر392-345/1439/D=4۔
- دارالافتاء، فتویٰ نمبر708-612/1440/D=08۔
- مفتی محمد قاسم عطاری، فتویٰ نمبرFAM-988، 03جمادی الاخری 1447ھ۔
- مفتی محمد قاسم عطاری، فتویٰ نمبرOKR-0136، 13جمادی الاولیٰ 1447ھ۔
- بوتراب محمد علی عطاری، فتویٰ نمبر PIN-7583، 27شوال1446ھ۔
- مفتی اعظم عطاری مدنی، فتویٰ WAT-4492، 09جمادی الاخری 1447ھ۔

حوالاجات

[1] امام ابو حامد الغزالی، *احیاء علوم الدین*، جلد2(بیروت: دار المعرفۃ، سنِ اشاعت ندارد)، 305۔
[2] سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان رحمۃ اللہ علیہ، *فتاویٰ رضویہ*، جلد23(لاہور: رضافاؤنڈیشن، سنِ اشاعت ندارد)، 319–320۔
[3] سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان رحمۃ اللہ علیہ، *فتاویٰ رضویہ*، جلد22(لاہور: رضافاؤنڈیشن، سنِ اشاعت ندارد)، 310۔
[4] سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان رحمۃ اللہ علیہ، *فتاویٰ رضویہ*، جلد8(لاہور: رضافاؤنڈیشن، سنِ اشاعت ندارد)، 636۔
[5] القرآن، سورۃ الانعام 6:141۔
[6] امام محمد بن اسماعیل البخاری، *صحیح البخاری*، جلد2(دمشق: مطبوعہ، سنِ اشاعت ندارد)، حدیث نمبر1477، صفحہ 537۔
[7] سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان رحمۃ اللہ علیہ، *فتاویٰ رضویہ*، جلد20(لاہور: رضافاؤنڈیشن، سنِ اشاعت ندارد)، 455۔
[8] اللجنۃ العلمیہ، *الفتاوی الہندیۃ*، جلد5 (بیروت: دار الکتب العلمیہ، سنِ اشاعت ندارد)، 322۔
[9] مفتی محمد قاسم عطاری، فتویٰ نمبرFAM-988 ، 03 جمادی الاخری1447ھ /25نومبر2025ء۔
[10] القرآن، سورۃ الروم 30:39۔
[11] مولانا نعیم الدین مرادآبادی(*تفسیر خزائن العرفان*)لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، سنِ اشاعت ندارد)، 735۔
[12] ابن عابدین، *رد المحتار علی الدر المختار*، کتاب الہبۃ، جلد8(پشاور: مکتبہ حقانیہ، سنِ اشاعت ندارد)، 582–583۔
[13] سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان رحمۃ اللہ علیہ، *فتاویٰ رضویہ*، جلد23(لاہور: رضافاؤنڈیشن، سنِ اشاعت ندارد)، 268۔
[14] سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان رحمۃ اللہ علیہ، *فتاویٰ رضویہ*، جلد23(لاہور: رضافاؤنڈیشن، سنِ اشاعت ندارد)، 268۔
[15] محمد امجد علی اعظمی، *بہار شریعت*، حصہ14 (کراچی: مکتبۃ المدینہ، سنِ اشاعت ندارد)، 80۔
[16] امام برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی، *الہدایہ*، کتاب البیوع، جلد3(لاہور: مکتبہ رحمانیہ، سنِ اشاعت ندارد)، 82۔
[17] بوتراب محمد علی عطاری، تصدیق: مفتی محمد قاسم عطاری، فتویٰ نمبرPIN-7583 ، 27 شوال المکرم1446ھ /26اپریل2025ء۔
[18] القرآن الکریم، سورۃ لقمان 31:6۔
[19] امام عماد الدین ابن کثیر، *تفسیر ابن کثیر*، جلد6(دار طیبۃ للنشر والتوزیع، سنِ اشاعت ندارد)، 331۔
[20] مفتی محمد قاسم عطاری، *صراط الجنان فی تفسیر القرآن*، جلد7(کراچی: مکتبۃ المدینہ، سنِ اشاعت ندارد)، 475۔
[21] سنن أبي داود، کتاب الأدب، حدیث نمبر **492**
[22] القرآن الکریم، سورۃ المائدۃ 5:2۔
[23] امام ابو بکر احمد بن علی الجصاص، *أحکام القرآن*، جلد2(بیروت: دار الکتب العلمیۃ، سنِ اشاعت ندارد)، 381۔
[24] برہان الدین محمود بن احمد، *المحیط البرہانی*، جلد8(بیروت: دار الکتب العلمیۃ، سنِ اشاعت ندارد)، 312۔
[25] امام محمد بن احمد السرخسی، *المبسوط*، جلد16 (بیروت: دار المعرفہ، سنِ اشاعت ندارد)، 38
[26] شیخی زادہ، *مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر*، جلد2(بیروت: دار إحیاء التراث العربي، سنِ اشاعت ندارد)، 384۔

[27] سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ، *فتاویٰ رضویہ*، جلد 21 (لاہور: رضا فاؤنڈیشن، سنِ اشاعت ندارد)، 187۔

[28] علامہ علاؤالدین حصکفی، *الدر المختار مع رد المحتار*، کتاب الجہاد، باب البغاۃ، جلد 4 (بیروت: دار الفکر، سنِ اشاعت ندارد)، 268۔

[29] علامہ علاؤالدین حصکفی، *الدر المختار مع رد المحتار*، کتاب الجہاد، باب البغاۃ، جلد 4 (بیروت: دار الفکر، سنِ اشاعت ندارد)، 268۔

[30] مفتی محمد قاسم عطاری، فتویٰ نمبر OKR-0136، 13 جمادی الاولی 1447ھ / 05 نومبر 2025ء۔

[31] ابن نجیم، زین الدین۔ *الاشباہ والنظائر*۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ۔

[32] امجد علی اعظمی، *بہارِ شریعت*، جلد 2، حصہ 7 (کراچی: مکتبۃ المدینہ)، صفحہ 104۔

[33] ولانا اعظم عطاری مدنی، "فتویٰ 09) "WAT-4492: جمادی الاخریٰ 1447ھ / 01 دسمبر 2025ء)۔

[34] امام احمد بن حسین بیہقی، *السنن الکبریٰ*، کتاب الشہادات، جلد 10 (بیروت: دار الکتب العلمیہ)، صفحہ 360۔

[35] امام احمد رضا خان بریلوی، *فتاویٰ رضویہ*، جلد 23 (لاہور: رضا فاؤنڈیشن)، صفحہ 98۔

[36] امام احمد رضا خان بریلوی، *فتاویٰ رضویہ*، جلد 24 (لاہور: رضا فاؤنڈیشن)، صفحہ 491۔

[37] امام بزار، *مسند البزار*، مسند ابی حمزہ انس بن مالک، جلد 14 (مدینہ منورہ: مکتبۃ العلوم والحکم)، صفحہ 62۔

[38] شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 108، مطبوعہ ریاض

[39] تاویٰ امجدیہ، حصہ 4، صفحہ 44، کراچی: مکتبہ رضویہ۔

[40] القرآن، سورۃ النور، پارہ 18، آیت 30-31

[41] اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی، فتاویٰ رضویہ، جلد 23، صفحہ 690، لاہور: رضا فاؤنڈیشن۔

[42] اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی، فتاویٰ رضویہ، جلد 23، صفحہ 690، لاہور: رضا فاؤنڈیشن۔

[43] القرآن، سورہ بنی اسرائیل، پارہ 15، آیات 26–27۔

[44] صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب کراھیۃ المسألۃ، حدیث نمبر 1477؛ صحیح مسلم، حدیث نمبر 593۔

[45] اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی، فتاویٰ رضویہ، جلد 23، صفحہ 279–280، لاہور: رضا فاؤنڈیشن۔

[46] القرآن، سورۃ البقرہ، پارہ 2، آیت 195۔

[47] فتاویٰ رضویہ، جلد 20، صفحہ 192، لاہور: رضا فاؤنڈیشن۔

[48] فتاویٰ ہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الثانی عشر، جلد 5، صفحہ 343، بیروت: دار الفکر۔

[49] حاشیہ شلبی مع تبیین الحقائق، کتاب الکراہیۃ، جلد 6، صفحہ 13، قاہرہ

[50] فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 611،609، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

[51] فتویٰ نمبر: 708-1440612/D=08/

[52] دار العلوم دیوبند، فتویٰ نمبر 392-1439345/D=4/۔

[53] سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب فضل النکاح، حدیث: "تناکحوا تکثروا فإني أباهي بكم الأمم يوم القيامة"

[54] مسند أحمد بن حنبل، عن أبي حرة الرقاشي، عن عمه، حدیث: « لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه. «

[55] البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب النکاح، (بیان احکام الہدیہ عند التسلیم)

[56] ابن عابدین، محمد أمین، رد المحتار علی الدر المختار (فتاویٰ شامی)، کتاب النکاح، باب المہر، (مسئلہ: أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم)،